اجتہاد اور تقلید

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب

زیر مطالعہ مضمون وکیل احناف حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب کا تحقیقی مقالہ ہے جوانہوں نے اپنی حیات میں بنوں فقہی کانفرنس کے موقع پر خود ہی پیش کیا تھا، چونکہ یہ قیمتی مضمون اب تک المباحث الاسلامیہ یا دیگر کسی کتاب ورسالے کے صفحات کی زینت بننے کا موقع نہ پاسکا تھا، اس لئے قارئین المباحث کے لیے حضرت کا یہ قیمتی مقالہ استفادہ عام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ نیز بنوں فقہی کانفرنس کے تمام گراں قدر مضامین کو استفادہ عام کے لیے کتابی شکل میں جلد منظر عام پر آنے کی بھی خوشخبری دی جاتی ہے (ادارہ)

الحمدللّٰہ الذی ھدانا لمعرفہ الاجتہاد و تقلیدہ۔وارشدنا الی طریق اتباع الائمۃ وتائیدہ والصلوۃوالسلام علی من حبب الینا اقتداء المنیبین بعد اتباعہ ورضی لنا الاھتداء بھدی الراسخین بعد الوقوف علیہ واطلاعہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمد عبدہ و رسولہ۔

امابعد! یہ مختصر مقالہ جو فقہی کانفرنس بنوں منعقدہ ۱۷اپریل ۱۹۹۶ء کے لئے تحریر کیا گیا۔ اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ اصولی طور پر اجتہاد وتقلید کے بارے میں نقل صحیح اور عقل سلیم کی روشنی میں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی معتبر اجتہاد کی تقلید کرنا کوئی بدعت نہیں ہے کہ اسے قابل ملامت اوراس کے مرتکب کو مستوجب نکیر تصور کیا جائے بلکہ یہ ایسا مسلوک راستہ ہے جو سلف سے خلف تک اجماعی طور پر دینی شاہراہ بنا رہا اور امت نے اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت اس کے سوانہیں سمجھی ہے۔

اجتہاد کا لغوی معنی: الاجتھاد فی اللغۃ ھو تحمل الجھدای المشقۃ اجتہاد لغت میں پوری کوشش کرنے کا نام ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی معنی:استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی (تلویح صفحہ ۲۰۲)

فقیہ کا اپنی طاقت کے موافق خوب محنت کرنا تاکہ حکم شرعی کا ظن حاصل ہو جائے۔ ظن سے مراد یقین درجہ دوم ہے اور شاہ ولی اللہ اور محدث دہلویؒ فرماتے ہیں حقیقۃالاجتھاد علی ما فیھم من کلام العلماء استفراغ الجھد فی ادراک الاحکام الشرعیہ عن ادلتھا التفضیلہ الراجعہ کلیاتھا الی اربعۃ اقسام الکتاب و

السنة والاجماع والقیاس (عقد الجید صفحہ ١٨)

ترجمہ: اجتہاد کی تعریف جو علماء کے کلام سے سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے احکام فرعیہ کے دریافت کرنے میں خوب محنت کرنا اور ان احکام فرعیہ کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے نکالنا جن کے کلیات کا مال چار قسم ہے۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

دلیل تفصیلی:۔

دلیل تفصیلی وہ ہے کہ جو منع نقض اور معارضہ تینوں سے سالم ہو یعنی پہلے نمبر پر اس دلیل کے ثبوت پر بحث ہو چکی ہو۔ پھر اس کی دلالت پر مکمل بحث ہو اور پھر اگر اس کے معارض کوئی دلیل ہو تو اس تعارض کو رفع کر دیا گیا ہو۔ ایسی دلیل کو تقریب تام یا دلیل تفصیلی کہتے ہیں۔

ضرورت اجتہاد: ۔ علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں۔

وبالجملہ تعلم قطعا و یقینا ان الحوادث والو قائع فی العبادات والتصر فات لا یقبل الحصر والعد و تعلم قطعاًایضا ان لم یرد فی کل حادثه نص ولا یتصور ذالک ایضا والنصوص اذا کانت متناهیه والوقائع غیر متناهیه ومالا یتناهی لا یضبطه ما یتناهی علم قطعا ان الاجتهاد والقیاس واجب الاعتبار حتی یکون لصدد کل حادثه اجتهاد (الملل وانحل صفحه ۴)

ترجمہ:۔ ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حوادث اور واقعات عبادات وتصرفات میں بے حد و بے حساب ہیں اور یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہر حادثہ کے بارہ میں نص موجود نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے تو جب نصوص متناہی ہیں اور واقعات غیر متناہی اور غیر متناہی میں واضح نہیں تو یقیناً اجتہاد اور قیاس واجب ہوگا یہاں تک کہ ہر حادث واقع کے لئے اجتہاد ہوگا۔

چونکہ تمام کے تمام مسائل جزئیہ اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور اجتہاد کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان میں اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ امت کے بعض افراد کو استنباط اور اجتہاد کی قوت عطا کی جاتی جس کے ذریعہ یہ حضرات نصوص میں غور وفکر کر کے غیر منصوصہ حوادث جزئیہ کے احکام نکال کر عامہ امت کے لئے عمل کی راہ استوار کرتے۔

نقلی دلیل:۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی کبھی اولوالالباب، کبھی راسخین فی العلم، کبھی اہل ذکر، کبھی فقہاء، کبھی اہل استنباط، کبھی اولوالعلم، کبھی اولوالابصار کے معزز الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالی نے حکم دیا

فاعتبر وایا اولی الابصار(الحشر.. ۱)

امام سرخسی امام لغت ثعلب سے نقل فرماتے ہیں" **الاعتبار فی الفقه هو ردالشئی الی نظیره ومنه یسمی الاصل الذی یرد الیه النطائر عبرة(اصول سرخسی ۲..۱۲۵)**

اعتبار لغت میں کسی چیز کواسکی نظیر کی طرف لوٹانے کو کہتے ہیں اس لئے جس اصل کی طرف نظائر لوٹائے جائیں اس کو عبرۃ کہتے ہیں۔علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ پہلی اقوام کے واقعات قرآن نے عبرت کے لئے بیان فرمائے اور عبرت کا مطلب یہی ہے کہ ان کی نافرمانیوں سے ہم بچیں جن کی وجہ سے وہ قومیں عذاب الہی میں گرفتار ہوئیں اوراسی کو قیاس کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں

اعتبرت هذا الشوب بهذاالشوب ای سویه فی التقدیر وهذا هو حد القیاس فظهر انه مامور به بهذا النص (اصول سرخصی ۲.۵.۳)

یعنی میں نے اس کپڑے کواس کپڑے پر قیاس کیااس لئے اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل بصیرت کوحکم ہے کہ قیاس کریں اورامر وجوب کے لئے ہوتا ہے دوسرے قسم کے لوگ جوخود قیس نہ کرسکتے ہوں ان کوان مجتہدین کی تقلید کا جوحکم دیا یعنی مجتہد نے قیاس سے کتاب وسنت سے حکم نکالا ہے یہ مجتہد کی رہنمائی مین کتاب وسنت کے ہی اس حکم پرعمل کرتا ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ خود اجتھاد کی اہلیت رکھتے ہون نہ مجتہدین کی تقلید میں کتاب وسنت پرعمل کریں ان کو کبھی **صم بکم عمی فهم لا یعقلون** سے ذکر فرمایااور کبھی **اولئک کالانعام بل هم اضل** میں شامل فرمایا۔

دوسری دلیل:۔اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں

واذجاء هم امر من الامن اوالخوف اذا عوابه. ولو ردوه الی اولی الرسول والی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ولولافضل الله علیکم و رحمة لا تعتهم الشیطن الا قلیلا .(۴.۸۳)

(اللہ تعالی منافقین کی عادت بیان فرمائی) کہ جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی واقعہ پہنچتا ہے تو وہ (بلاتحقیق) اس کو مشہور کردیتے ہیں۔(جس سے نقصان ہو جاتا ہے) اگر وہ اس (واقعہ) کو جناب رسول ﷺ اوراولوالامر کی طرف لوٹاتے ہیں۔(تو بہتر ہوتا) تاکہ جولوگ اسکی حقیقت اورتہہ کو پہنچ سکتے ہیں۔وہ اس کو جان لیتے۔اگر اللہ کا خاص فضل اوررحمت تم پر نہ ہوتی (کہ تحقیق کا بوجھ عوام پر نہ ڈالا۔یہ تحقیق کا کام رسول ﷺ اورمجتہد کے ذمہ لگایا توتم تحقیق کے دھوکے میں) شیطان کے تابعدار بن جاتے مگر بہت کم۔

ایک مسلمان کوصرف جہاد کے مسائل کے بارہ میں ہی امن اورخوف نہیں ہوتا بلکہ اس سے زیادہ خوف عبادات وغیرہ کے احکام شرعیہ میں ہوتا ہے کہ پتہ چل جائے کہ نماز درست ہوئی یا غلط اوریہ کام جائز ہویاناجائز توجہاد کے متعلق احکام شرعیہ سے بڑھ کران احکام کی تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ جہادایک ہنگامی اوروقتی عبادت ہےاورنماز،نکاح،بیع،قضااوروراثت وغیرہ کے احکام ہیں۔ان

میں بدرجہ اولی تحقیق کی ضرورت ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل ہے پس قیاس کا حجت ہونا بھی وجوباً ثابت ہوگیا۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت شریفہ سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) بعض ایسے احکام بھی ہیں جن کی معرفت نص سے نہیں ہوتی بلکہ استنباط سے معلوم ہوتی ہے جیسے احکام اجتھادیہ غیر منصوصہ

(۲) استنباط یعنی اجتھاد حجت شرعیہ ہے۔

(۳) احکام حوادث (اجتھادیہ میں مجتہد پر اجتھاد واجب ہے) اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۲، جلد ۳)

امام نحو زجاج فرماتے ہیں کہ استنباط کے معنی لغت میں کنواں کھود کر زمین کی تہہ سے پانی نکالنے کے ہیں۔ پس اس طرح سمجھو کہ نصوص شریعت کی تہہ اور گہرائی میں جو احکام چھپے ہوئے ہیں ان کو آلات فکریہ اور اصول اجتھاد سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتھاد ہے۔ ظاہر ہے کہ کنواں کھودنے پر جو پانی نکلا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اس کنواں کھودنے والے نے اس کو صرف ظاہر کیا ہے۔ اس لئے ہر مجتہد کا اعلان یہی ہوتا ہے کہ (القیاس مظہر لا مثبت) کہ قیاس سے کتاب وسنت کی تہہ میں پوشیدہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ظاہر کیا جاتا ہے کوئی حکم از خود گھڑ کر اللہ ورسول کے ذمہ نہیں لگایا جاتا۔ اب دیکھئے ایک آدمی نے ہمت کر کے کنواں کھود کر اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا پوشیدہ پانی نکال دیا اور جن لوگوں میں خود کنواں کھودنے کی ہمت نہ تھی۔ انہوں نے اس سے پانی لیکر وضو، غسل کر لیا، کھانا پکا لیا ،اس کو تقلید کہتے ہیں اگر ایک علاقے میں ایک ہی اتنا بڑا کنواں ہے کہ اس کا پانی سارے علاقے کے لئے کافی ہے تو اس علاقہ کے سب لوگ اپنے ہی علاقے کے کنوئیں کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح مجتہد نے اصول اجتھادیہ سے کتاب وسنت کے تہہ سے ان احکام شرعیہ کو نکال لیا۔ جن میں یہ ہمت نہ تھی وہ اسی مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں اسی کا نام تقلید ہے۔ جس علاقے میں جس کنوئیں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو۔ اس علاقے کے لوگوں پر واجب ہے کہ اس کنوئیں کے پانی سے وضو غسل کر کے اللہ کی عبادت کریں۔ اس طرح جس علاقے میں جس مجتہد کا مذہب درساً وعملاً متواتر ہوگا ان پر اس کی تقلید واجب ہوگی۔

شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا فرمان:۔

اسی لئے شاہ صاحب اہل ہند (پاک وہند) پر امام صاحب کی تقلید کو واجب فرماتے ہیں۔

فاذا کان الانسان فی بلا دالھندو بلاد ما ور اء النھر ولیس ھناک عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ھذا المذاھب وجب علیه ان یقلد بمذھب ابی حنیفه و یحرم علیه ان یخرج من مذھبه لانه حینئذ یخلع من عنقه ربقه الشریعه و یبقی سدیً مھملاً (الانصاف صفحه ۷۱)

ترجمہ:۔ جب (غیر مجتہد) علاقہ ہندو (پاک) اور ماوراء النھر میں رہنے والا ہو جہاں نہ شافعی مفتی نہ مالکی نہ حنبلی اور نہ ان کی کتابیں ہیں تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور حنفیت سے نکلنا اس پر حرام ہے کیونکہ وہ اس

(مذہب) حنفی کی تقلید ترک کرنے کی وجہ سے شریعت (محمدیہ) کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل اور بیکار رہ جائے گا۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید:۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا تھا۔آخر تجربہ نے اس پر مہر تصدیق لگادی۔

پہلی شہادت:۔ مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں فرماتے ہیں۔پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں کفر ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کہ ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔(صفحہ ۸۸،جلد ۱۱)

دوسری شہادت:۔ مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں ''جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر کے گردونواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔(الکتاب الجید صفحہ ۸)

تیسری شہادت:۔ قاضی عبدالاحد خانپوری اہل حدیث لکھتے ہیں ''اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں۔وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے۔اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ زنادقہ اور منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار اور منافقین ہیں۔وہ بھی انہیں کے باب ودہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے۔پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب ودہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنادیا اور ملاحدہ زنادقہ چکڑالو یہ نکلے۔وہ بھی انہیں کے دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنایا (کتاب التوحید والسنہ صفحہ ۲۶۲)

عبرت:۔

برادران اسلام اس پاک وہند میں تقریباً بارہ سو سال خالص تقلیدی دور رہا۔اس دور میں ہزاروں نہیں لاکھوں کافر اسلام لائے۔لیکن جن لوگوں نے ترک تقلید کا تجربہ کیا تو وہ صرف پچیس سال میں چیخ اٹھے کہ اتنے لوگ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلے گئے اور وہ ماننے لگے کہ نیچریہ جدید معتزلہ۔فرقہ قادیانیہ اور فرقہ منکرین حدیث سب فتنے ترک تقلید کے ہی بطن فتنہ پرور سے پیدا ہوئے ہیں۔

تیسری آیت:۔

یا یھا الذین آمنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والی الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا.(النساء ۵۹)

ترجمہ:۔اے ایمان والو!حکم مانو اللہ کا (قرآن) اور حکم مانو رسول کا (سنت) اور اولی الامر (مجتہدین) کا جو تم سے ہوں (جب کہ ان کا اجماع ہو۔اور اے مجتہدین اگر) تم میں جھگڑا ہو جائے تو رد کرو (بذریعہ قیاس) اللہ و رسول (کتاب وسنت) کی طرف اگر تم یقین رکھتے ہوئے اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔(صاوی علی الجلالین ۷۹)

اس آیت میں مجتہد کو اولی الامر کہا ہے جو حاکم کو بھی کہتے ہیں جب مجتہد حاکم ہو اور مقلدین رعایا ہوئے تو غیر مقلد یقیناً باغی کو کہا جائے گا۔اور منکم سے یہ واضح ہو گیا کہ جیسے اس حاکم کا حکم مانا جاتا ہے جو اس علاقے کا حاکم ہو اور اس کا حکم وہاں معروف ہو۔نیز یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حاکم کا حکم اس لئے نہیں مانا جاتا کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے بلکہ وہ حکومت کے حکم کو ہی نافذ کرتا ہے اسی طرح اس مجتہد کی تقلید واجب ہو گی جس کا مذہب اس علاقے میں علماً وعملاً متواتر ہو۔اس آیت کریمہ میں چاروں شرعی دلیلوں کا ترتیب وار ذکر آ گیا ہے۔

مثال:۔

دین اسلام میں قرآن کی وہی حیثیت ہے جیسے کسی ملک میں ملک کا آئین اور متن قانون کی ہوتی ہے اور سنت کی ایسی ہی پوزیشن ہے جیسے ملک کی قانون ساز اسمبلی خود آئین کے کسی اجمال کی تشریح کر دے۔آئمہ مجتہدین کی پوزیشن ایسی ہے جیسے ملک میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کی۔یہ صاحب قانون ساز تو نہیں ہوتے مگر ملک میں ان کی قانونی مہارت ایسی مسلمہ ہوتی ہے کہ ان کی فیصلوں کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔اور P.L.D کی کتابوں میں ان کو بطور نظیر محفوظ کر لیا جاتا ہے۔اور ماتحت عدالتیں ان نظائر کے حوالوں سے فیصلے سناتی ہیں اس طرح مجتہد کو ہم شارع یعنی قانون ساز نہیں کہتے بلکہ شارح قانون کا ماہر کہتے ہیں اور اگر جسٹس صاحبان کا فل بینچ قانون کی تعبیر وتشریح کر دے تو اس کو ملکی محاورہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ کہا جاتا ہے اور اسلامی تعبیر وتشریح میں اگر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہو جائے تو اس کو اجماع امت کہا جاتا ہے جس طرح ملک میں آئین کی تعبیر وتشریح وہی معتبر ہے جو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے کی اس کو نہ ماننے والا یقیناً توہین عدالت کا مرتکب ہے۔اسی طرح آئین اسلام یعنی کتاب وسنت کی تعبیر وتشریح بھی وہی قابل اعتبار ہے جو اجماع سے ثابت ہو یا مجتہد سے۔جس طرح ملک کی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں سے بغاوت ملک کے قانون سے بغاوت ہے اسی طرح کتاب وسنت کی اجماعی اور اجتہادی تعبیرات وتشریحات سے بغاوت کتاب وسنت کے مترادف ہے۔

حدیث معاذؓ:۔

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ ﷺ لما بعثه ابی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاقال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجدفیه قال فبسنةِ رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنه رسول اللہ قال اجتهد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ ﷺ علی صدره وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یحب و یرضی به (ابو داؤد .ترمذی . داری . مشکوۃ صفحہ ۲۲۴)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا کہ وہاں جب تمہارے سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے۔ عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا۔ فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟ عرض کیا سنت رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اگر سنت میں بھی (اس مقدمہ کا حکم نہ) پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟ عرض کیا پھر میں اپنی ہمت کے مطابق پورا پورا اجتہاد کروں گا اور اس کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے (خوشی سے) حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی۔ جس سے اللہ کا رسول خوش ہو رہا ہے۔

فائدہ:۔

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں فروعی مسائل کے تین طریق تھے۔ (۱) جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر باش تھے وہ براہ راست آپؐ سے پوچھ لیتے

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(۲) جو علماء کرام آپ ﷺ سے دور ہوتے اور مجتہد ہوتے وہ اجتہاد کر لیتے جیسے حضرت معاذؓ یمن میں کرتے تھے۔ یا بنو قریظہ کے رستہ میں نماز ادا کرنے کے بارہ میں صحابہؓ نے کیا۔ (بخاری صفحہ ۵۹۱) یا دو صحابہ نے تیمم سے نماز پڑھنے کے پانی ملنے پر کیا۔ (نسائی صفحہ ۴۹) امام ابوبکر الجصاص رازی فرماتے ہیں۔

لا خلاف بین الصدر الاول والتابعین اتباعهم فی الاجتهاد والقیاس علی النظائر الحوادث وما نعلم احدانفاه و خطره من اهل هذه الاعصار المتقدمه الی ان نشاء قوم ذوجهل بالفقه واصوله لا معرفة لهم بطریقه السلف ولا توتی للاقدام علی الجهاله و اتباع الاهواء الشبقه التی خالفو افیها اصحابهم ومن بعدهم من اخلافهم . فکان اول من نفی القیاس والا جتهاد فی احکام الحوادث ابراهیم (النظام) وطعن علی الصحابه من اجل قولهم بالقیاس ونسب الیهم مالا یلیق بهم والی ضدما و صفهم اللہ تعالیٰ به (الفصول فی الوصول صفحه

نمبر ۶۳)

ترجمہ:۔یعنی صحابہؓ تابعین اور تابع تابعین میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ احکام حوادث میں نظائر پر قیاس واجتہاد جائز ہے۔اس خیر القرون کے دور میں ہم کسی ایک کو بھی نہیں جانتے جس نے اجتہاد وقیاس کی نفی کی ہو یا اس کو ناپسند کیا ہو۔ہاں خیر القرون ختم ہونے کے بعد ایک فقہ اور اصول فقہ سے جاہل قوم پیدا ہوئی جنہوں نے اپنی جہالت اور نفس پرستی کی وجہ سے صحابہ کرام اور ان کے بعد والوں سے بغاوت کی اور قیاس (کرنے اور ماننے) کیوجہ سے صحابہ کرام پر طعنہ زنی کی اور ان کی طرف بے ہودہ باتیں منسوب کیں۔اور اللہ سبحانہ وتعالی نے جو صحابہ کرامؓ کی تعریف فرمائی تھی اس کے خلاف صحابہ پر الزام لگائے۔نیز فرماتے ہیں۔

انہ قد ثبت من السلف القول باجتھاد الرائی واستعمال الم قائیس فی احکام الحوادث فبالا خبار المتواترہ والاثار المشھور التی یعجز الکتاب عن ذکرھا ولا یمکن لا حد سمعھا الشک فیھا.(الفصول فی الاصول صفحہ نمبر ۸۸)

سلف سے احکام حوادث میں اجتہاد اور قیاس اتنے اخبار متواترہ اور آثار مشہورہ سے ثابت ہے کہ کتاب ان کے ذکر سے عاجز ہے اور محال ہے کہ کوئی شخص ان اخبار متواترہ کو سن کر پھر بھی اس میں شک کر سکے۔

کتاب الآثار امام ابی یوسف، کتاب الآثار امام محمد، مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کو ہی اٹھا کر دیکھ لیں ان میں مجتہد صحابہ کرام اور تابعین کے ہزار فتاوی درج ہیں۔جن کے ساتھ صحابہ اور تابعین نے کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان نہیں کی۔محض نفس مسئلہ کا حکم بیان فرمادیا۔

(۳) جو لوگ احکام حوادث میں خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے۔وہ اپنے شہر اور علاقے کے مجتہد کی تقلید کر لیتے تھے۔جیسے پورے یمن میں صرف حضرت معاذؓ اجتہاد کرتے تھے باقی تمام اہل یمن باوجود عربی نژاد ہونے کے حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔پورے یمن سے ایک نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی سے انکار کیا ہو۔آنحضرت ﷺ کے تقریباً سوا لاکھ صحابہؓ تھے جو سب عربی دان تھے مگر کتب حدیث میں چھ یا سات صحابہ کے فقہی فتاوی ملتے ہیں۔باقی ان ہی کے فتاوی پر بلا مطالبہ دلیل عمل کر لیتے تھے اور یہی تقلید ہے۔

دور صحابہ کرام میں مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور پھر حضرت علیؓ کا فتوی چلتا تھا۔ان سب حضرات کے فتاوی بلا ذکر دلیل صادر ہوئے اور ان شہروں میں بلا مطالبہ دلیل ان پر عمل ہوتا تھا۔چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔" عہد رسالت تک تو لوگوں کا یہی حال رہا۔پھر صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں سے سابقہ پڑا اور بکثرت واقعات رونما ہوئے اور بہت سے مسائل پیش آئے جن کی بابت ان سے فتوے پوچھے جاتے۔چنانچہ ہر صحابی استفتا کا وہی جواب دیتا جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فتووں اور فیصلوں کو یاد کر رکھا تھا یا ان سے استنباط کیا تھا۔اور اگر آپ ﷺ کے فیصلوں اور

فتووں اور اپنے استنباط میں کوئی ایسی چیز نہ پاتا جس کی بنا پر جواب دے سکتا تو اپنی ذاتی رائے سے کام لیتا اور اس علت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا جسے رسول ﷺ نے اپنے ارشادات کی بنیاد بنایا ہو پھر جس مقام پر ان کو وہ علت نظر آتی وہاں وہی حکم عائد کر دیتے اور اس میں صحابی کی پوری کوشش ہوتی کہ وہ حکم آنحضرت ﷺ کے حکم مقصد کے مطابق ہو" (الانصاف اردو صفحہ ۷)

دور تابعین:

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "اسی طرح علمائے تابعین میں ہر عالم کا اپنی اپنی توجیہہ کے مطابق علیحدہ مذہب ہو گیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر۔ ان کے بعد زہری اور قاضی یحی بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمان مدینہ میں، عطا بن ابی رباح مکہ میں، ابراہیم نخعی اور شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں امام بنے۔" (الانصاف صفحہ ۱۴)

ان حضرات کے اجتہادی فتاویٰ بھی کتابوں میں بلا ذکر دلیل ملتے ہیں اور ان کے علاقوں کے ہزاروں لاکھوں عوام ان پر بلا مطالبہ دلیل عمل کر کے ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ اسی لئے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "اگر صحابہ اور تابعین کے مابین کسی مسئلہ کے بارے میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم اپنے علاقے (شہر) کے عالم اور مسلک کو اختیار کرتا کیونکہ وہ ان کے اقوال کے سقیم یا قابل وثوق ہونے سے زیادہ باخبر اور ان کے اقوال سے نسبت رکھنے والے اصولوں کا زیادہ رازدان ہوتا تھا۔ اور اس کا دل اپنے علاقے کے اساتذہ کے فضل اور تبحر علمی کی جانب زیادہ مائل ہوتا تھا۔ (الانصاف صفحہ ۲۰)

ایک واقعہ:۔

حضرت عثمان بن عطاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رصافہ میں ہشام بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہوا۔ تو اس نے پوچھا اے عطا تجھے شہروں کے علماء کا علم ہے میں نے عرض کیا کیوں نہیں اے امیر المومنین تو اس نے پوچھا کہ اس وقت اہل مدینہ کا فقیہ (مفتی) کون ہے میں نے کہا نافع مولی ابن عمر۔ پھر پوچھا اہل مکہ کا فقیہ کون ہے میں نے کہا عطاء بن ابی رباح پوچھا مولی ہے یا عربی میں نے کہا مولی ہے۔ پھر پوچھا اہل یمن کا فقیہ کون ہے میں نے کہا طاؤس بن کیسان پوچھا مولی ہے یا عربی میں نے کہا مولی ہے پھر پوچھا اہل یمامہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یحی بن ابی کثیر پوچھا مولی ہے یا عربی میں نے کہا مولی ہے پھر پوچھا کہ اہل شام کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا مکحول پوچھا عربی ہے یا مولی ہے میں نے عرض کیا مولی ہے۔ پھر پوچھا اہل جزیرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا میمون بن مہران پوچھا عربی ہے یا موالی کہا موالی ہے۔ پھر پوچھا اہل خراسان کا فقیہ کون ہے؟ ضحاک بن مزاحم پوچھا عربی یا مولی میں نے کہا مولی ہے۔ پھر پوچھا اہل بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا حسن اور ابن سیرین پوچھا عربی ہیں یا موالی میں نے کہا موالی پھر پوچھا اہل کوفہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا ابراہیم نخعیؒ پوچھا عربی ہے یا موالی میں نے کہا عربی ہے کہا میری تو جان نکلنے

والی تھی کہ تو ایک بھی عربی کا نام نہیں لیتا (مناقب موفق صفحہ ۸، جلد ا)

امام حسن بصریؒ سن ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے اور امام ابراہیم نخعیؒ سن ۹۵ ہجری میں وفات ہوئے۔ اور یہ واقعہ ان کی زندگی کا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ پہلی صدی کے آخر میں تمام اسلامی دنیا میں اپنے اپنے علاقے کے مجتہد کی تقلید شخصی متواتر تھی۔ اس لئے شاہ صاحبؒ ہی فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالو امن زمن الصحابه الی ان ظهرت المذاهب الا ربعه یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکار ولو کان ذالک باطلا لا نکروه (عقد الجید صفحه ۲۹)

بے شک لوگ زمانہ صحابہ کرامؓ سے مذاہب اربعہ کے غالب آنے تک جس عالم سے واسطہ پڑتا (یعنی اپنے علاقے میں) اس کی تقلید کر لیتے اور کسی ایک معتبر عالم نے (اس پورے زمانہ میں) انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ ضرور انکار کرتے۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ پورے خیر القرون میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا جو اجتہاد یا تقلید کا انکار کرتا۔ تقلید کا انکار اور ترک تقلید بہت بعد کی بدعت ہے۔

شرائط اجتہاد:۔

ان گذارشات سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس مبارک دور میں خود رائی کی فقہ کا نام نشان تک نہ تھا۔ صرف وہ لوگ اجتہاد کرتے تھے جو اجتہاد کہ اہلیت رکھتے تھے اور باقی لوگ ان کی تقلید میں کتاب وسنت پر عمل کرتے تھے ایک بھی شخص ایسا نہیں ملتا جو اجتہاد کے شرائط سے کورا ہو اور پھر تقلید سے بھی بغاوت کرتا ہو۔

قال البغوی والمجتهدین من جمع خمسه انواع من العلم علم کتاب الله عزوجل و علم سنةرسول الله ﷺ و علم اقاویل السلف من اجماعهم واختلافهم و علم الفقه و علم القیاس وهو طریق استنباط الحکم من الکتاب والسنة اذالم یجده صریحاً فی نص الکتاب او سنةاو اجماع فیجب اَنْ یعلم من علم الکتاب الناسخ والمنسوخ و المجمل والمفسر والخاص والعام والمحکم والمتشابه والکراهه والتحریم والاباحه والندب والو جوب و یعرف حذه الاشیاء من السنة و یعرف الصحیح والضعیف والمسند والمرسل و یعرف ترتیب السنة علی الکتاب و ترتیب الکتاب علی السنةحتی لو وجد حدیثا لا یوافق ظاهره الکتاب یهتدی الی وجه محتمله فان السنة بیان الکتاب لا تخالفه (عقد الجید صفحه ۱۲، شرح السنه ۲۹۰)

امام بغوی فرماتے ہیں کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علوم کا جامع ہو اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا علم، دوم سنت رسول اللہ ﷺ، سوم علمائے سلف کے اقوال کا علم کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول پر ہے، چہارم لغت عربی کا علم پنجم قیاس کا علم اور قیاس قرآن وحدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے جس صورت میں مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا سنن یا اجماع کے نصوص میں

نہ پاوے (اب ان علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہیے) تو قرآن کے علم میں سے اس پر ناسخ منسوخ، مجمل مفسر خاص اور عام، محکم اور متشابہ، کراہت اور تحریم اباحت اور استحباب اور وجوب او سنت پر میں ان اشیاء مذکورہ کے علاوہ صحیح ضعیف مرسل مسند کا جاننا اور سنت کو قرآن پر مرتب کرنے اور قرآن پر مرتب کرنے کا علم اور مہارت ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی حدیث پائے جس کا ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اسکی مطابقت کی صورت کا سراغ لگانا کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے۔

پانچ لاکھ احادیث:۔

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ فتوی دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ آدمی کو ایک لاکھ احادیث یاد ہوں فرمایا نہیں پوچھنے والا تعداد بڑھاتا رہا یہاں تک کہ جب اس نے کہا کہ کیا فتوی دینے والے کے لیے یہ کافی ہے کہ پانچ لاکھ احادیث یاد ہوں۔ تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اب میں توقع کرتا ہوں کہ وہ فتوی دے سکے گا۔ (الانصاف اردو صفحہ ۴۲)

جس طرح امام مہدی کے لئے اسکی شرائط ضروری ہیں ورنہ دعوی باطل ہوگا۔ اہل حدیث کہلانے کے لئے محدث کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے جس طرح چڑیا کا وہ بچہ جس کے ابھی پیر نہ نکلے ہوں اور وہ اڑنے کی کوشش میں گھونسلے سے نکل پڑے تو کسی کتے یا بلی کا نوالہ بن جاتا ہے اور جان کی بازی ہار دیتا ہے اسی طرح جو اجتہاد کی شرائط کے بغیر تقلید کے محفوظ محل سے نکل کھڑا ہو وہ اکثر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جو شخص شرائط نماز پوری کر کے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز یقینا قرب الہی کا ذریعہ ہے لیکن جس نے نہ غسل جنابت کیا نہ وضو کیا نہ جسم سے گندگی دور کی نہ کپڑوں سے۔ اور بے وقت ہی قبلے سے منہ موڑ کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو وہ نماز نہیں بلکہ اللہ تعالی کی ناراضگی اور خدا دوری کا ذریعہ ہے نہ اسکی اپنی نماز ہوگی اور نہ ہی اسکی اقتدا کرنے والے کی نماز ہو۔ ہماری مثال ایسی ہے کہ جامع شرائط امام کی اقتداء کی امام اور مقتدیوں سب کی نماز قبول ہوگئی۔ اور لا مذہب غیر مقلدین کی مثال ایسی ہے کہ فاقد الشرائط کے پیچھے اقتداء کی جس سے امام اور مقتدیوں سب کی نماز ان کے منہ پر ماردی گئی۔

امام صاحبؒ:۔

والتاسع عشران تعمل بخمسه احادیث جمعتها من خمسه مائه الف حدیث . انماالا عمال بالنیات. ولکل امرء مانوی. ومن حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه لا یومن احدکم حتی یحب لا خیه ما یحب لنفسه الی ان الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس . فمن اتقی الشبهات استبرء لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات و قع فی الحرام کراع یرعی حول الحمی یوشک ان یقع فیه الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی الله محارمه الاوان فی الجسد مضغةاذا صلحت صلح الجسد کله واذا

فسدت فسد الجسد کلہ وھی القلب. المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (وصایا امام اعظم. صفحہ ۶۵)

اور انیسویں وصیت یہ کہ ان پانچ حدیثوں پر عمل کرو جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث سے جمع کیا ہے۔

الف) اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

ب) انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا یا آخرت میں) اس کے لئے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے

ج) تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

د) حلال بھی ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا۔ اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا پھر فرمایا خبردار بلاشبہ ہر بادشاہ نے باڑ لگادی ہے اور اللہ کی باڑ حرام کردہ اشیاء ہیں۔ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سالم رہیں۔ (یہ پانچ احادیث واقعی بہت جامع ہیں۔ اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں)

اجتہاد ہر کس و ناکس کا کام نہیں:۔

ان گذارشات سے معلوم ہوا کہ اجتہاد ہر کہ ومہ کا کام نہیں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز امام حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں شریک ہوتا جو کچھ سنتا خوب یاد رکھتا۔ دوسرے روز جب پڑھے ہوئے سبق کا اعادہ کراتے تو دوسرے ہمدرس اکثر خطا کرتے اور میں بے کم وکاست سنا دیتا۔ اس وجہ سے امام حمادؒ نے حکم دیا کہ صدر حلقہ میں سوائے ابوحنیفہ کے کوئی نہ بیٹھے۔ دس سال تک یہ حاضر باشی اور استفادہ رہا۔ ایک روز میرے نفس نے خواہش کی کہ تفقہ میں اب خوب مہارت ہوگئی ہے اس لئے اپنا حلقہ علیحدہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ اس ارادہ سے میں نکلا۔ جب مسجد میں داخل ہوا۔ استاد صاحب کو دیکھا تو جرات نہ ہوئی کہ استاد کے مقابلہ میں خودسری کا دعوٰی کروں۔ چنانچہ حسب عادت شیخ کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ قضارا اسی رات ان کو خبر پہنچی کہ بصرہ میں ان کے کوئی قرابتدار تھے۔ ان کا انتقال ہوا۔ اور سوائے ان کے کوئی دوسرا وارث نہیں۔ یہ سنتے ہی مجھے اپنا جانشین کر کے وہ روانہ ہوگئے اور دو مہینے تک میں ان کی خدمت کو انجام دیتا رہا۔ اس عرصہ میں ساٹھ مسئلے ایسے پیش ہوئے کہ ان کا حکم میں نے سنا نہ تھا۔ ان کا جواب تو میں نے دے دیا مگر وہ لکھ رکھا۔ جب وہ واپس تشریف لائے میں نے وہ مسائل اور اپنے جوابات پیش کئے۔ انہوں نے چالیس مسئلوں میں اتفاق کیا اور بیس مسئلوں میں مخالفت کی۔ اس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ ان کے حلقہ کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (تبیض الصحیفہ ۶۵)

اب غور فرمائیے کہ فقہ کیسی چیز ہے کہ امام صاحبؒ کا وہ تجربہ علمی اس پر خداداد طبیعت اور حافظہ، فہم فراست جس پر اکابر محدثین رشک کرتے تھے باوجود اس کے دس برس تک ایک محقق شفیق استاد سے سیکھتے رہے مگر پھر بھی ایک تہائی کی کسر باقی رہ گئی۔

پھر استاد کے انتقال تک انہیں کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کو ضرورت ہوئی تو جب بھی فتوی دینے پر جرات نہ کی چنانچہ صدر الائمہ مکی لکھتے ہین کہ جب امام حماد کا انتقال ہوا تو ان کے اصحاب نے امام صاحبؒ کو جانشینی پر مجبور کیا۔ تو امام صاحبؒ نے قبول نہ فرمایا۔ آخر اس بات پر فیصلہ ہوا ان میں سے دس اصحاب ایک سال تک امام صاحبؒ کے ساتھ رہ کر ہر مسئلہ کے فتوی میں تائید کر دیا کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تدوین فقہ:۔

امام صاحب نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ فرمایا وہ نہایت وسیع اور پر خطر کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا نہیں چاہا۔ اس غرض سے انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور شخص انتخاب کئے جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو تکمیل فقہ کے لئے ضروری تھے استاد زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ مثلاً یحی بن ابی زائد، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف، داؤد الطائی، حبان، مندل، حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے قاسم بن معن اور امام محمدؒ کو ادب اور عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحبؒ نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع کی۔ (سیرۃ النعمان صفحہ ۲۵۴)

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کو کوئی (اصولی) مسئلہ پیش کیا جاتا تھا تو اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا۔ ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں۔ کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی امام صاحبؒ بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے بالاخر ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا کبھی کبھی یہ بھی ہوتا کہ مختلف اقوال رہتے ان سب کو قلمبند کر لیا جاتا اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔ (سیرۃ النعمان صفحہ ۲۵۵)

اجتہاد اور تقلید کا دائرہ:۔

حدیث معاذؓ میں گزر چکا کہ جہاں اللہ تعالی یا رسول اللہ کا صریح فرمان موجود نہ ہو وہاں مجتہد کو اجتہاد کا اور غیر مجتہد کو تقلید کا حکم ہے۔ یاد رہے ہمارے افعال دو قسم کے ہیں۔

(۱) اضطراری (۲) اختیاری

(۱) اضطراری امور وہ ہیں۔ جن کے کرنے یا نہ کرنے میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں جیسے دوران خون، نبض کا چلنا، کھانا ہضم ہونا وغیرہ ان کو امور تکوینیہ کہتے ہیں یہ احکام شرعیہ سے آزاد ہیں مثلاً ہم نہیں کہہ سکتے کہ دوران خون انسان کے ذمہ فرض ہے یا نبض کی حرکت واجب یا حرام ہے۔

(۲) دوسری قسم کے وہ افعال ہیں جن کے کرنے یا نا کرنے میں انسان کے ارادہ اختیار کو دخل ہے۔ دل چاہا کر لیا دل نہ چاہا نہ کیا جیسے چلنا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا وغیرہ یہ تمام افعال دائرہ شریعت کے اندار ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ماموراتِ شرعیہ:۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکواۃ، اطاعت والدین وغیرہ وغیرہ۔

(۲) منہیاتِ شرعیہ:۔ جیسے شراب نہ پیو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، سود نہ لو وغیرہ

(۳) مباحاتِ شرعیہ:۔ یہ وہ احکام ہیں جو مسکوت عنھا ہیں گوشت کھانا، شکار کھیلنا، کسب معاش کی غرض سے کوئی زبان سیکھنا، ان کے کرنے کوئی اخروی ثواب نہیں او چھوڑنے پر کوئی اخروی عذاب نہیں انتم اعلم بامور دنیاکم (مسلم)

ممنوعاتِ شرعیہ:۔ ممنوعات شرعیہ میں بھی فرق مراتب ہے اس پر نص قطعی یہ ہے ان تجتنبو اکبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم مثلاً ایک شخص نے غیر عورت کے ساتھ مذاق کیا دوسرے نے بوس و کنار کیا تیسرے نے نظر بازی کی چوتھے نے اس کے گانے سے لطف اٹھایا پانچویں نے دل میں اس کی محبت رکھی چھٹے نے اس سے حقیقی بدکاری کی اگرچہ یہ سب امور ممنوع ہیں مگر ان کے احکام میں فرق ہے اس لئے گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ کی طرف ہوئی اور ممنوعات میں حرمت، کراہت، تحریم و تنزیہ کے مراتب قائم ہوئے۔

ماموراتِ شرعیہ:۔ مامورات شرعیہ میں بھی فرق ہے اجعلتم سقایہ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ اس باب میں نص قطعی ہے۔ کیا جو شخص نماز پنج گانہ کا تارک ہو اور دوسرا تہجد کا دونوں یکساں قسم کے مجرم ہیں کیا جو شخص زکواۃ کا تارک ہے دوسرا خیرات کا کیا آمین اور رفع یدین کے ترک سے نماز ایسی ہی باطل ہے جیسے سجدہ، رکوع نہ کرنے سے کیا حمداً کثیراً نہ پڑھنے والے کی نماز ایسی ہی ناقص ہے جیسے فاتحہ نہ پڑھنے والے کی اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعہ فاسعو االی ذکر اللہ سے وجوب جمعہ پر استدلال کیسے ممکن ہے جبکہ اسی میں فانتشر وا فی الارض میں دنیاوی کاروبار کی صرف اباحت ہے کیا صیغہ امر اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ اور فاغسلو وجوھکم سے یکساں دونوں کی فرضیت سمجھی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف مامورات شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ کا جان لینا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدارج شرعیہ کو بھی سمجھا جائے جن کو حدود شرعیہ کہتے ہیں۔ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون. اس لئے فرضیت، وجوب، تسنن، استحباب، اباحت، کراہت، حرمت کا جاننا ضروری ہوا۔

آپ جب بخاری شریف میں وضو اور نماز کی احادیث پڑھیں گے تو صرف اتنا ملے گا کہ آپ ﷺ نے کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، چہرہ انور دھویا، سر پر مسح فرمایا، انگلیوں کا خلال فرمایا، ثنا پڑھی، فاتحہ پڑھی، تکبیر کہی، رکوع وسجود میں تسبیحات پڑھیں، التحیات

پڑھاوغیرہ مگران ہی افعال مبارکہ کو جب فقہ کی کتاب میں دیکھیں گے تو صرف فعل کا ذکر نہیں ہوگا بلکہ اس کے حکم، فرض، واجب، سنت مستحب وغیرہ کی صراحت ہوگی۔ ان حدود شرعیہ کی حسین اجتھاد کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اجتھاد کے دائرہ کو دوسرے طریق سے یوں سمجھیں کہ احکام کی پہلی تقسیم منصوص اور غیر منصوص کی طرف ہے پھر منصوصہ کی دوقسمیں ہیں منصوصہ متعارضہ اور منصوصہ غیر متعارضہ پھر منصوصہ غیر متعارضہ کی دوقسمیں ہیں محکمہ اور محتملہ اس طرح کل چار قسمیں ہوئیں۔

(۱) مسائل منصوصہ محکمہ غیر متعارضہ میں نہ اجتھاد کی گنجائش نہ تقلید کی ضرورت ہے نماز پنجگانہ، زکواۃ وغیرہ کی فرضیت۔

(۲) مسائل منصوصہ متعارضہ میں مجتہد اصول اجتھادیہ سے دفع تعارض کر کے راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد ھی اسکی رہنمائی میں اس راجح نص پر ہی عمل کرتا ہے۔

(۳) مسائل منصوصہ محتملہ میں مجتہد اصول اجتھاد سے رفع احتمال کر کے نص کے راجح پہلو پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اسکی رہنمائی میں اسی نص پر عمل کرتا ہے۔

(۴) مسائل غیر منصوصہ میں مجتہد مسائل میں کوئی علت تلاش کر کے اس علت کے ذریعہ اس منصوص حکم کو غیر منصوصہ جاری کرتا ہے۔ اور مقلد اس میں مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔

تقلید:۔ قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کے صفحہ ۱۱۷۸ پر فرماتے ہیں۔

التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقيقه من غير نظر الى الدليل كان هذا المتبع جعل قول الغير او فعله قلادة او فعله قلادة فى عنقه من غير مطالبه دليل

تقلید کی اصطلاحی معانی یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرے گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا اور کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔

اور شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں واجب تقلید یہ ہے اتباع الروایہ دلالہ عقد الجید صفحہ ۲۸ یعنی ماہر کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا۔ یہ بات گذر چکی کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں احکام شرعیہ کے معلوم کرنے کے تین طریقے تھے۔

(۱) ذات اقدس ﷺ سے دریافت کر لینا

(۲) جو لوگ آپ ﷺ سے دور ہوتے وہ اگر مجتہد ہوتا تو اجتھاد کر لیتا

(۳) اور اگر غیر مجتہد ہوتا تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کر لیتا۔ جیسے اہل یمن حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ سن ۱۱ ہجری میں حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک پر پہلا طریقہ مسدود ہو گیا اور اب صرف دو طریقے رہ گئے۔ مجتہدین اجتھاد کر لیتے اور غیر مجتہدین ان کی تقلید کر لیتے۔ پھر جب آئمہ اربعہ کے مذاہب اصولاً و فروعاً مرتب ہو کر اپنے علاقوں میں متواتر ہو گئے تو اجتھاد مطلق کی ضرورت ختم ہو گئی اور اب امت میں صرف تقلید باقی رہ گئی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔ووقف التقلید فی الامصار عند ھو لا ء الاربعہ و درس المقلدون لمن سواھم و سدالناس باب الخلاف و طرقہ

دیاروامصار میں انہیں آئمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اوران کے سوا جوامام تھےان کے مقلدین ناپید ہو گئے اورلوگوں نے اختلاف کے دروازے اورراستے بند کر لئے۔نیز فرماتے ہیں

ومدعی الاجتھاد لھذا لعھد مردود علی عقبہ مھجور تقلیدہ و قد صاراھل الاسلام الیوم علی تقلید ھولاء الائمہ الا ربعہ اور فی زماننا مدعی اجتہاد مردوداوراسکی تقلید مہجور ہےاوراہل اسلام انہیں آئمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں ولما اندرست المذاھب الحقہ الاھذہ الاربعہ کان اتباعھا اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجا من السواد الاعظم(عقد الجید صفحہ ۲۸)

اور جب ان مذاہب اربعہ کے علاوہ باقی مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سواداعظم کا اتباع ٹھہرااوران سے نکلنا سواداعظم سے نکلنا ہوا(جسکی وعید جہنم ہے)

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں۔

الفقد الا جماع علی عدم العمل بالمذاھب المخالفہ الائمہ الاربعہ(فتح القدیر)

اس پر اجماع منعقد کہ آئمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔اما فی زماننا فقال آئمتنا لا یجوز تقلید غیر الائمہ الاربعہ الشافعی ومالک وابی حنیفہ واحمد بن حنبل (فتح المبین شرح اربعین)

ہمارے آئمہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں چاراماموں (امام شافعی،امام مالک،امام ابوحنیفہ،امام احمد بن حنبلؒ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔

علامہ طحطاوی حنفی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔من کان خارجا من حذہ الاربعہ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعہ والنار

اس زمانہ میں جو شخص ان چار مذاہبوں سے(استخفافا)باہر ہواوہ بدعتی اوردوزخی لوگوں میں سے ہے۔

ان گذارشت سے معلوم ہوا کہ تقلید اسلام میں پہلے دن میں متواتر چلی آرہی ہے خیر القرون کے بعد اجتہاد ختم ہوا نہ کہ تقلید کا آغاز اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ ایک سے چار نہیں بنے بلکہ ہزاروں میں سے چار باقی رہے۔اوراب تک ان ہی چاروں میں سے جس علاقے میں جو مذہب معروف اور متواتر ہے اسی پر اہل سنت کا چلن ہے اوراسی میں دین کی حفاظت ہےاس سے باہر نکلنے میں ذہنی آوارگی اوردینی بیزاری کے سوا کچھ نہیں ہوا۔